سُورَةُ الطَّارِق

عربی متن — با محاورہ اُردو ترجمہ و تفسیر

اِفادات

الحافِظ علامہ نُور الدین

مدیر

عَبد المنان عُمر - امتہ الرحمٰن عُمر

سُورَةُ الطَّارِق - ﴿٨٦﴾ - مَكِّيَّةٌ

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِ

اللہ کا نام لے کر جو بے حد رحمت والا، بار بار رحم کرنے والا ہے

(میں سورة الطَّارِق پڑھنا شروع کرتا ہوں)

خلاصہ مضمون: اس سورۃ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایسے وقت میں مبعوث ہوئے ہیں جو سخت ظلمت اور تاریکی کا دور ہے۔ آپ کی آمد اس تاریکی کو پاش پاش کردے گی۔ آپ کی ظاہری اور باطنی ہر طرح کی حفاظت کی جائے گی۔ دشمنوں کی سازشیں آپ کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گی۔ سعادت مند آپ کا ساتھ دیں گے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی طبعی موت سے فوت ہوں گے۔ پھر اس سورۃ میں ضرورت وحی، ضرورت قرآن مجید اور وجود ملائکہ کو بھی ثابت کیا گیا ہے۔ جس کے لیے اپنے قانون قدرت کو جو اجرام سماوی میں پایا جاتا ہے اس جگہ دلیل کے طور پر پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح کواکب انسان کی جسمانی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ طرح طرح کے جسمانی نقصانوں سے بچاتے ہیں، جسمانی مایحتاج تیار کرتے ہیں۔ رات کے مسافروں کی راہنمائی کرتے ہیں۔ پس جس خداوند رحیم و کریم نے یہ ہزارہا اجرام سماوی ہمارے اجسام کی حفاظت کے لیے پیدا کیے ہیں کیا وہ ہماری روحانی حفاظت کے انتظام سے غافل رہ سکتا ہے۔ اس غرض سے ستاروں بھرے آسمان کو بطور شاہد پیش کیا ہے تا نزول وحی اور ملائکہ کی حفاظت کے مسئلے کو جو ایک مخفی اور نظری مسئلہ ہے ستاروں کی حفاظت کے انتظام سے جو ایک بدیہی امر ہے کھول دے۔ اسی

سلسلے میں یہ بتایا کہ جب نظام جسمانی یہ ہے کہ ہر نفس پر ایک محافظ موجود ہے تو آنحضرت ﷺ کی حفاظت تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہے کیونکہ وہ بھی تاریکی کے عالم میں ایک عظیم الشان کام کے لیے کامل اور جامع شریعت لے کر مبعوث ہوئے ہیں۔ گویا پچھلی سورۃ میں قرآن کی حفاظت کا ذکر تھا اس میں مہبط قرآن کی حفاظت کا ذکر ہے کہ آپ ﷺ کو کوئی قتل نہیں کر سکے گا۔ نیز اس سورۃ میں قیامت پر بھی دلائل دیئے ہیں۔ یہ سب سورتیں جن کے آغاز میں سماء کا لفظ ہے ایک ہی سلسلہ مضمون کی کڑیاں ہیں۔ یعنی سورۃ الانشقاق، سورۃ البروج اور سورۃ الطارق۔ اس سورۃ میں چار باتوں کی طرف خصوصاً توجہ دلائی گئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کے مخالف جو بڑی بڑی تجویزوں میں لگے ہوئے ہیں نہ صرف ناکام ہوں گے بلکہ ہلاک ہو جائیں گے۔ سعادت مند روحیں آپ کے ساتھ آملیں گی۔ ﷺ کو کوئی قتل نہیں کر سکے گا۔ آپ اپنی طبعی موت سے فوت ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ مخفی در مخفی باتیں ظاہر کرتا رہتا ہے۔

وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ ﴿۱﴾
وَمَا أَدْرَاكَ مَا الطَّارِقُ ﴿۲﴾

۱۔ آسمان گواہ ہے اور رات (کی تاریکی) میں آنے والا۔

۲۔ اور کونسی چیز تمہیں آگاہ کر سکتی تھی کہ وہ رات (کی تاریکی) میں آنے والا کون ہے۔

۸۶:۱۔الطَّارِقِ: طَرَقَ کے لغوی معنی ٹھوکنے کے ہیں (مفردات)۔ راستہ ٹھوکنے پیٹنے سے اور قدموں کے پڑنے سے مضبوط ہو جاتا ہے، اس لیے طَرِیق کہلاتا ہے۔ مسافر جو لوگوں کے رات کو سو رہنے کے بعد دروازہ کھٹکھٹاتا ہے وہ بھی طارق ہے۔ نجم کو بھی اُس کے رات کے وقت ظہور کرنے کی وجہ سے طارق کہا جاتا ہے (مفردات)۔

طَرَقتُ البَابَ حَتَّی کَلَّمْتَنِی فَلَمَّا کَلَّمْتَنِی کَلَّمْتَنِی

ستارہ صبح اور روشن ستارے کو بھی طارق کہتے ہیں۔ ابوسفیان کی بیوی ہند کا قول ہے: نَحْنُ بَناتُ طَارِقْ - نَمْشِی عَلَی النَّمَارِقْ، ہم طارق کی بیٹیاں ہیں یعنی ہمارے آباء عزت و عظمت میں ستارہ صبح کی طرح ہیں اور ہم صاحب مرتبہ لوگوں کی بیٹیاں ہیں۔ ہم قالینوں پر چلتی ہیں۔ طریقۃ سے رجال اشراف بھی مراد لیے گئے ہیں (لسان العرب)۔ الطَّارِقِ سے یہاں نبی اکرم ﷺ بھی مراد ہیں یعنی آپ تاریک رات میں روشن ستارہ ہیں اور صاحب علو و فضل و شرف ہیں اور آپ کے ظہور کے جلد ہی بعد علمی، اخلاقی اور روحانی تاریکیاں چھٹ جائیں گی اور صبح صادق طلوع ہو گی۔

النَّجْمُ الثَّاقِبُ ﴿۳﴾

۳۔ وہ چمکتا ہوا ستارا ہے۔

۸۶:۳۔ النَّجْمُ الثَّاقِبُ: دور کا ستارہ، ثریّا۔ عامی ستارے بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ کل صحابہ کرامؓ آنحضرت ﷺ کی حفاظت کے لیے نجم ثاقب تھے۔ بعض ستاروں کے طلوع سے بعض بیماریوں کے جراثیم ہلاک ہو جاتے ہیں۔ عربی زبان میں طارق کا لفظ عظیم الشان انسان پر بولا جاتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو یہاں طارق اسی لحاظ سے کہا گیا ہے کہ آپ کی بعثت ایک سخت تاریک رات میں ہوئی جو ظَہَرَ الْفَسَادُ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ کا نمونہ تھی اور النَّجْمُ الثَّاقِبُ اس لحاظ سے آپ کو کہا گیا کہ آپ کی قوت قدسیہ کی روشنی اس جہالت کی رات کو ختم کرنے والی تھی۔ لیکن نیا عہد نامہ میں اس عظمت اور شاندار استعارہ کو بڑے ہی بدنما رنگ میں پیش کیا گیا ہے اور مسیح کے آنے کو رات کے وقت آنے والے چور سے مشابہت دی گئی ہے (متی، ۴۴-۴۳: ۲۴)۔

إِن كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ ﴿٤﴾
فَلْيَنظُرِ الْإِنسَانُ مِمَّ خُلِقَ ﴿٥﴾

۴۔(یاد رکھو!) ہر وجود پر (اللہ کی طرف سے) حفاظت کرنے والا مقرر ہے۔

۵۔اس لئے انسان کو دیکھنا چاہئے کہ اسے کس چیز سے پیدا کیا گیا ہے۔

۸٦:۴۔حَافِظٌ: سے ظاہری محافظ بھی مراد ہے اور محافظ اعمال بھی۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے یَحفظُ عملها (ابن جریر طبریؒ)۔ گویا یہ محافظ وہ بھی ہیں جن کا ذکر (وَ اِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ (الانفطار، ۱۱۔۱۰:۸۲) میں ہے۔ کیونکہ اعمال کے محفوظ کر لینے کا نتیجہ ہی دوسری زندگی ہے۔ اسی لیے آگے چل کر فرمایا: اِنَّهٗ عَلٰى رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ (۸٦:۸) یعنی وہ (رب العالمین) اس (انسان) کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

خُلِقَ مِن مَّاءٍ دَافِقٍ ﴿٦﴾

٦۔اسے ایک اُچھلنے والے پانی سے پیدا کیا گیا ہے۔

۸٦:٦۔مَاءٍ دَافِقٍ: ایک ہی مرتبہ گرایا ہوا۔ دَفِق یعنی پانی کا گرانا (لسان العرب)۔ ما سبق آیات کا ربط آیات ملحق سے یہ ہے کہ کفار کو جنہوں نے آنحضرت ﷺ کے قتل، ایذا اور مقابلے کی ٹھان رکھی تھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ غرور و تکبر نبی کے مقابلے میں چھوڑ دیں اور اپنی پیدائش پر غور کریں کہ کس ناچیز قطرہ آب سے ہوئی ہے۔ اس میں ایک اور نکتہ معرفت بھی ہے کہ وہ کامل انسان جو تمہیں آج حقیر نظر آرہا ہے ایک وقت آتا ہے کہ اسے عزت واقبال اور شوکت و جلال عطا کیا جائے گا۔ دنیا کے سلاطین اور تاجور اس کا نام لینے سے تخت سے اتر آئیں گے۔

يَخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَائِبِ ﴿٧﴾
إِنَّهُ عَلَىٰ رَجْعِهِ لَقَادِرٌ ﴿٨﴾ يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ﴿٩﴾
فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ ﴿١٠﴾

۷۔ جو پشت اور سینے کے درمیان سے نکلتا ہے۔

۸۔ وہ (رب العالمین) اس (انسان) کے دوبارہ پیدا کرنے پر بھی یقیناً قادر ہے۔

۹۔ جب اسرار ظاہر کر دئے جائیں گے۔

۱۰۔ تو اس (انسان) کا نہ تو (اپنا) کچھ زور ہوگا اور نہ کوئی (دوسرا) اس کا مددگار ہوگا۔

۸۶:۷۔ يَخْرُجُ: اس آیت میں انسانی فطرت کا بیان مشاہدے کے طور پر بتایا گیا ہے اور بَعث بعد الموت کو بعید اور مشکل خیال کرنے والوں کو متوجہ کیا ہے کہ انسان کی پہلی پیدائش میں کیا کم قدرت کا نظارہ ہے کہ دوسری پیدائش کو بعید سمجھتے ہو۔ فرمایا نطفہ صلب اور ترائب کے بیچوں بیچ سے آتا ہے۔ صُلب پیٹھ کی ہڈی کو کہتے ہیں۔ ترائب جمع ہے تربیہ یعنی سینے کی ہڈی (مفردات)۔ اب غور کرو کہ نطفہ اور منی شریانی خون سے بنتی ہے اور وہ دل سے نکلتا ہے اور دل صلب و ترائب کے بیچوں بیچ ہے اور اس سے شریانی عروق پیوستہ ہیں۔ اسی طرح انسان کی حقیر پیدائش کا ذکر بھی نہایت تہذیب سے کیا ہے۔ کلام الملوک ملوک الکلام۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ باری تعالیٰ متکبر انسان کی گردن عجب توڑنے کو اُسے اُس کی خلقت جسمانی کے منبع کی طرف توجہ دلاتا ہے کہ وہ حقیر پانی کس جگہ سے نکلتا ہے جو انسان کی پیدائش کا منبع یا مبدء ہے۔ چونکہ قرآن مجید کلام الٰہی ہے اور ہر مجلس میں جوانوں، بوڑھوں اور عورتوں میں پڑھا جاتا ہے اس لیے ضروری ہے کہ انسان اصلاح کے ہر قسم کے مطالب و اشارات اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور تہذیب سے ادا کرے۔ یہاں دانا انسان سمجھ گئے ہوں گے اور حق شناس تو سمجھتے ہی ہیں کہ گردن کش انسان کو نصیحت کرنا قرآن کریم کو منظور ہے اور کس جگہ کی طرف اشارہ اسے مقصود ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے کس خوبی اور لطافت سے اس

مضمون کو نبھایا ہے۔ یہی اس کتاب کریم کا اصل اور سچا معجزہ ہے۔ غور کرو اور سوچو! ایمان اور انصاف سے کام لو۔ کیا مقصود تھا؟ کیا مطلب تھا؟ کس طرز پر ادا کیا۔ اس سے بڑھ کر کوئی فصیح اور پاک کلام دنیا میں ہے۔

علم ادب اور عربی زبان سے آگاہی حاصل کرو۔ فصحائے عرب عضو تناسل کا نام جب بتقاضائے وقت لازم ہو ایسے ہی نہج سے لیا کرتے ہیں، چنانچہ افصح العرب والعجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مَنْ يَضْمَنْ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنْ لَهُ الْجَنَّةَ (بخاری، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، حدیث: ۶۴۷۴)۔ جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے اور جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوتا ہوں۔ اَلحَمدُلِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ اِن ھُوَ اِلَّا مَا اَلھَمَنِی بِہٖ رَبِّی۔

پھر اس میں اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ جس طرح مادۂ حیات کی شکل میں انسان ایک مخفی حالت میں ہوتا ہے اسی طرح اس کی دوسری زندگی اس عالم میں ایک سر کی حالت میں رہتی ہے اور اعمال، جنہیں ساتھ کے ساتھ محفوظ کیا جارہا ہے جس کی طرف پیچھے آیت ۴ میں حَافِظٌ کے لفظ میں اشارہ موجود ہے، کے نتائج قیامت کے دن بالکل ظاہر ہو جائیں گے۔ اس لیے اس بعثت کو اگلی آیت میں رجوع کا نام دیا ہے اور پھر آگے جا کر آیت ۹ میں اسے السَّرَآئِرُ کے لفظ سے یاد کیا ہے جس طرح انسان نطفہ کی حالت میں ایک سِر کی حالت میں ہے اسی طرح اس کی دوسری زندگی اس عالم میں ایک سِرّ کی حالت میں رہتی ہے اور نتائج اعمال محفوظ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ یہی اسرار مرنے کے بعد قیامت میں ظہور پذیر ہو جائیں گے۔

وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿١١﴾

١١۔ بار بار برسنے والا بادل گواہ ہے،

٨٦:١١۔السَّمَاءِ: بادل، رجع: بارش۔ چونکہ بخارات سمندروں اور زمین سے اوپر چڑھ کر بادلوں کی شکل میں مینہ بن کر واپس زمین کی طرف لوٹتے ہیں اس لیے بادلوں کا نام سماء اور بارش کا نام رجع ہے۔ حدیث بخاری میں مجاہدؒ سے مروی ہے کہ **ذَاتِ الرَّجْعِ** بادل ہے جو مینہ کو لوٹاتا ہے۔ اور بارش بس ایک ہی دفعہ برس کر ختم نہیں ہو جاتی بلکہ بار بار اپنے موسم میں اور کبھی خلاف موسم پلٹ پلٹ کر آتی ہے۔

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿١٢﴾

إِنَّهُ لَقَوْلٌ فَصْلٌ ﴿١٣﴾ وَمَا هُوَ بِالْهَزْلِ ﴿١٤﴾

١٢۔اور (نباتات اُگتے اور چشمے پھوٹتے وقت) پھٹ جانے والی زمین،

١٣۔ کہ یہ (قرآن مجید) ایک فیصلہ کن کلام ہے،

١٤۔ یہ بے سود (وحی) نہیں۔

٨٦:١٢۔ الصَّدْعِ: صدع کے معنی ٹھوس اجسام کے پھٹنے اور شگاف ڈالنا کے اور الگ الگ ہو جانے کے ہیں (مفردات)۔ جیسے فرمایا: يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ (الروم، ٣٠:٤٣)۔ صدع کے لفظ سے صرف اسی قدر توجہ دلانا مقصود نہیں کہ زمین کے پھٹنے سے کھیت اور درخت پیدا ہوتے ہیں بلکہ اس طرف بھی توجہ دلائی ہے کہ جس طرح بارش سے زمین سرسبز ہوتی ہے اسی طرح پیغمبر کے آنے سے اور وحی آسمانی سے بھی اہل زمین برگ و بار لاتے ہیں اور ان کی قوتوں میں خواہ وہ کسی رنگ کی ہوں ایک جلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اسی لیے جواب قسم ہے اِنَّہٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ جس میں اِنَّہٗ کا مرجع قرآن شریف ہے۔

إِنَّهُمْ يَكِيدُونَ كَيْدًا ﴿١٥﴾
وَأَكِيدُ كَيْدًا ﴿١٦﴾ فَمَهِّلِ الْكَافِرِينَ أَمْهِلْهُمْ رُوَيْدًا ﴿١٧﴾

۱۵۔ یہ (کافر اس کے خلاف) تدبیروں میں لگے ہوئے ہیں۔

۱۶۔ اور میں بھی تدبیر کر رہا ہوں۔

۱۷۔ پس تم کافروں کو مہلت دو (ہاں) کچھ مدت اور مہلت دو۔

۸۶:۱۵۔ كَيْدًا : کید کے متعلق مفردات راغب میں ہے : الکید ضرب من الاحتیال و تدیکون محمودا و مذموما و کذالک الاستدراج والمکر، کہ کید حیلہ کی ایک قسم ہے۔ یہ حیلہ قابل تعریف بھی ہو سکتا ہے اور قابل مذمت بھی۔ لسان العرب میں ہے الکید والمکر وکلّ شیْءٍ تُعالِجہ فأنت کیدُہٗ والاحتیالُ والاجتھاد وبہ سُمِّیت الحَرْبُ کَیْداً والتدبیر، کہ کید تدبیر کو کہتے ہیں یعنی مخالف کے مقاصد کو تدبیر سے روکنا، مخالفین پر سزا نافذ کرنا اور مقربوں کو ان سے بچانا۔ پھر اس کے معنی ارادہ کے بھی ہیں۔ یہ باطل تدبیر بھی ہو سکتی ہے اور حق تدبیر بھی۔ تدبیر جنگ کو بھی کید کہتے ہیں۔ پس آیت کے معنی ہوئے منکر، تدبیر، حیلہ، کوشش اور جنگ اور خطرناک ارادے کریں گے اور میں بھی تدبیر، حیلہ، کوشش اور جنگ کا ارادہ کروں گا اور اسطرح مخالفوں پر سزا نافذ ہو گی اور مقربوں کو بچا لیا جائے گا۔ اِن دعوں اور تحدیوں کو دیکھو کس طرح پورے اور حرفاً حرفاً پورے ہوئے۔ آیت کے آخر میں کفار کو مہلت دینے کا ذکر ہے کہ وہ اپنی سی کر لیں اور اسلام کے خلاف جتنا زور لگا سکتے ہوں لگا لیں لیکن ان کی ناکامی نوشتہ دیوار ہے۔